شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے غیر روایتی اقوال

عمیر محمود صدیقی

ریسرچ اسکالر، شعبہ قرآن و سنہ

ABSTRACT:

Ibn-e-Arabi was a graet muslim thinker, philosopher, spiritual guide and renowned scholar of Islam. He authored more than five hundred books on different hard disciplines in particular philosophy of spirituality. He was a versatile scholar of Islam and a Mujtahid of his time. Therefore, he had his own standpoint on different issues. The text of his writings is too complicated to be comprehended and due to his depth of knowledge it is very difficult to perceive the real connotation of his view. It is evident from his writings that his intimate spiritual knowledge was based on his own observations and experiences. Because of his nontraditional opinions, some of the scholars declared him heretic and on the other hand he is considered the grand Waliullah of his time.

In this article we have endeavored to collect some of his nontraditional opinions on various issues. It is to be noted that here we do not aim at defending or turning down the arguments of Ibn-e-Arabi but to present them before the readers. For instance, he considers Ramses 2nd a Muslim

who reverted to Islam before drowning but all Muslim scholars have consensus on his Kufr. But it does not mean that we may declare Ibn-e-Arabi the kafir because of holding opinion contrary to all scholars of Islam.

قدوۃ الاما م، مفتی طریقت و شریعت، محی ملت و دین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن احمد بن علی حاتمی طائی اندلسی علیہ الرحمۃ کی ولادت بروز پیر ۱۷ رمضان سن ۵۶۰ ھ کو اندلس کے شہر مرسیہ میں ہوئی۔(۱) آپ کا لقب محی الدین ابو بکر ہے اور ابن عربی کے نام سے مشہور ہیں۔ ابتدائی زمانہ مرسیہ میں گزارنے کے بعد آپ اشبیلیہ منتقل ہو گئے۔ مغرب کے علماء سے استفادہ کرنے کے بعد آپ نے مشرق کا سفر فرمایا۔ حج کی ادائیگی کے بعد موصل اور قاہرہ سے ہوتے ہوئے روم تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے شاگرد شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی کی والدہ سے دوسری شادی کی پھر دمشق منتقل ہو گئے۔ دمشق سے آپ عازم مکہ ہوئے اور وہاں مجاورت اختیار کی۔ آپ نے اپنے اسفار کے دوران اپنے زمانے کے اکابر علماء وصوفیاء سے علوم ظاہر و باطن کا اکتساب کیا۔ آخر میں آپ مستقل طور پر دمشق میں مقیم رہے جہاں آپ نے خود کو تصنیف و تالیف کے لیے وقف فرما دیا۔ آپ کا وصال ۲۲ ربیع الثانی ۶۳۸ ھ میں ہوا۔(۲) دمشق میں آج بھی آپ کا مزار شریف مرجع خاص وعوام ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ غالباً وہ واحد شخص ہیں جن کے بارے میں متعدد متقدمین و متاخرین کے مابین اختلاف رہا ہے۔ کوئی ان کے بارے میں الشیخ الاکبر محی الدین اور ویرتقون بہ الی مدارج الصدیقین کہتا ہے جبکہ کوئی انہیں الشیخ الاکفر ممیت الدین اور وینزلون بہ الی درکات الزنادقۃ والملحدین کے کلمات سے یاد کرتا ہے۔ کئی ایک علماء ظاہر اور فقہاء نے آپ کی عبارات کو نہ سمجھتے ہوئے آپ کی تکفیر کی اور آپ کی کتب وفکر کے رد میں رسائل تصنیف کئے۔ جہاں آپ کی تکفیر کرنے والوں میں بعض اکابرین شامل ہیں اسی طرح آپ کے چاہنے والوں اور مدح خوانوں میں اکثر صوفیاء اور اکابر علماء امت بھی نظر آتے ہیں۔ بعض حضرات نے آپ کے بارے میں یہاں تک کہا کہ جو ابن عربی کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جب کہ دیگر آپ کے قطب وقت ہونے کا ایمان رکھتے ہیں۔(۳) حضرت امام شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمۃ کی مجلس میں زندیق کی مثال دیتے ہوئے ایک شخص نے کہا: مثل ابن عربی بدمشق۔ یعنی زندیق جیسے دمشق میں ابن عربی۔ جب شیخ عز الدین نے یہ سنا تو سکوت اختیار فرمایا اور رد نہ کیا۔ اسی دن آپ کے خادم نے آپ سے تنہائی میں پوچھا: یا سیدی ھل تعرف الغوث القطب الفرد الجامع فی الوقت ھذا؟ اے میرے آقا! کیا آپ جانتے ہیں کہ اس وقت کا غوث، قطب اور فرد جامع کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق تم کھانا کھاؤ۔ خادم کہتا ہے کہ میں جان گیا کہ شیخ اس بارے میں یقیناً جانتے ہیں۔ میں نے کھانا چھوڑ دیا اور کہا اللہ کے واسطے مجھے بتائیں کہ وہ کون ہیں؟ آپ مسکرانے لگے اور فرمایا: وہ شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ ہیں۔ خادم نے حیرانگی کا اظہار کیا کہ آپ کی موجودگی میں ایک شخص نے انہیں زندیق کہا تو آپ کیوں خاموش رہے اور اس کا رد نہیں کیا؟ شیخ نے مسکرا کر فرمایا: اسکت اذلک مجلس الفقہاء۔ خاموش وہ فقہاء کی مجلس تھی۔(۴) حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ شیخ اکبر رحمہ اللہ کے دفاع میں

فرماتے ہیں:

قلت: ما نقل ونسب الی المشائخ رضی اللہ عنھم مما یخالف العلم الظاھر، فلہ محامل:

الاول: انا لا نسلم نسبتہ الیھم حتی یصح عنھم.

الثانی: بعد الصحۃ یلتمس لہ تاویل یوافق، فان لم یوجد لہ تاویل قیل: لعل لہ تاویلا عند اھل العلم الباطن العارفین باللہ تعالیٰ.

الثالث: صدور ذلک عنھم فی حال السکر و الغیبۃ و السکران سکرا مباحا غیر مؤاخذ لأنہ غیر مکلف فی ذلک الحال. فسوء الظن بھم بعد ھذہ المخارج من عدم التوفیق. (۵)

میں یہ کہتا ہوں کہ مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ان باتوں میں سے جو کچھ منسوب ہے جو علم ظاہر کے خلاف ہے تو اس کے محامل ہیں:

۱) ہم ان باتوں کی نسبت ان کی طرف تسلیم ہی نہیں کرتے یہاں کہ یہ ثابت نہ ہو جائے یہ صحیح ہے۔

۲) جب ان کی صحت ثابت ہو جائے تو اس کی ایسی تاویل تلاش کی جائے گی جو موافق ہو۔ اگر اس کی کوئی تاویل نہ مل سکے تو کہا جائے گا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی تاویل اہل علم باطن اور اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے پاس موجود ہو۔

۳) ممکن ہے کہ اس کا صدور ان سے حالت سکر اور حالت غیبت میں ہوا ہو۔ امر مباح سے سکر میں مبتلا ہونے والے کا مواخذہ نہیں کیا جاتا کیونکہ اس حالت میں وہ غیر مکلف ہوتا ہے۔ ان محامل کے بعد بھی ان سے سوء ظن رکھنا توفیق نہ ملنے کی وجہ سے ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نابغہ روزگار اور اپنے عہد کی وہ عظیم روحانی ہستی ہیں جن کا فیض ان کے وصال کے بعد آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو کشف، الہام، مشاہدہ، مراقبہ اور استنباط کی زبردست قوتوں کے ساتھ علوم آلیہ و عالیہ میں بھی انتہائی درک و کمال عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے۔ جن میں الفتوحات المکیہ، فصوص الحکم اور رسائل انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کی سب سے زیادہ جامع اور طویل کتاب ''الفتوحات المکیہ'' ہے جس میں آپ نے اپنے الہامات، تجربات، مشاہدات، استنباط اور قیاس و اجتہاد کی روشنی میں بہت سے مسائل تصوف اور دینیات پر بحث کی ہے۔ اس کتاب میں درج تصوف کے دقیق ترین مسائل پر آپ کے ذاتی مشاہدات کا بیان اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ناقل نہیں بلکہ اپنے خود ان منازل سے گزر کر دوسرے طالبین سلوک کے لیے راستوں کو روشن کرنے والے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کو آپ کی طرف سے لکھا جانے والا خط انتہائی قابل ذکر ہے۔ امام رازی ایک دن اپنے احباب اور خواص اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک رونے لگے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی

جب افاقہ ہوا تو فرمایا: میں ایک مسئلہ کا تیس سال سے اعتقاد رکھتا تھا کچھ دیر قبل ہی مجھ پر واضح ہوا کہ معاملہ اس کے برخلاف ہے۔اس لیے میں رونے لگا۔اب میں سوچتا ہوں کہ جو بات مجھ پر واضح ہوئی ہے کہیں یہ بھی پہلے کی طرح غلط نہ ہو۔(۶) جب یہ واقعہ شیخ اکبر تک پہنچا تو آپ نے امام رازی علیہ الرحمۃ کی ہدایت کے لیے خط لکھا اور اس کا آغاز اس طرح فرمایا: قال رسول اللہ ﷺ اذا احب احدکم اخاہ فلیعلمہ ایاہ و انا احبک (۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت کرتا ہو تو اسے بتائے۔اور میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔

حضرت شیخ اکبر ابن عربی علیہ الرحمۃ کے بارے میں اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم آپ کے بعض غیر روایتی اقوال کا ذکر کریں گے۔یاد رہے کہ ان اقوال کے ذکر کرنے کا مقصد محض ان کا بیان کرنا اور حیز تحریر میں لانا ہے نہ کہ ان کا تجزیہ و نقد کرتے ہوئے ان کو قبول یا رد کرنا۔

امام مہدی اور مذاہب اربعہ

حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ انتہائی بیدار مغز اور روشن دماغ ہونے کے ساتھ ساتھ بلند ذہنیت کے بھی مالک تھے آپ کے شاکلہ کی رفعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے تقریباً نو سو سال قبل حضرت سیدنا امام محمد مہدی علیہ السلام کے ظہور کے حوالہ سے اپنی کتاب فصوص میں تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرمایا:

> یرفع المذاھب من الارض فلا یبقی الا الدین الخالص اعداؤہ مقلدۃ العلماء اھل الاجتھاد لما یرونہ من الحکم بخلاف ما ذھبت الیہ ائمتھم فیدخلون کرھا تحت حکمہ خوفا من سیفہ و سطوتہ و رغبۃ فیما لدیہ(۸)
>
> یعنی آپ مذاہب (فقہ) کو زمین سے اٹھا دیں گے پھر زمین پر صرف دین خالص ہی باقی رہ جائے گا۔ان کے دشمن اہل اجتہاد علماء کے مقلدین ہوں گے کیونکہ آپ ان کے ائمہ کی آراء کے برخلاف حکم دیں گے۔وہ آپ کی تلوار و سطوت کے خوف اور آپ کے پاس مال و نعم الٰہیہ کی کثرت کی طرف رغبت کی وجہ سے آپ کے حکم کے تحت داخل ہوں گے۔

ہماری معلومات کے مطابق حضرت سیدنا امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں یہ بات کہ آپ کے زمانے میں مذاہب فقہ اور اختلافات ختم ہو جائیں گے اور آپ سب کو ایک کلمہ پر جمع کر دیں گے ابن عربی سے قبل کسی نے تحریر نہیں کی۔اسلامی تاریخ میں جہاں بعض علماء اور صوفیا نزول مسیح کے بعد حضرت سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو حنفی قرار دے رہے ہوں وہاں امام مہدی کے بارے میں سینکڑوں سال قبل ابن عربی کا یہ فرمانا کہ آپ مذاہب فقہ کو ہی ختم کر دیں گے ہماری معلومات کے مطابق یہ آپ ہی کا تفرد ہے۔جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت امام مہدی اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام براہ راست اللہ رب العزت اور نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق "اظہار دین" فرمائیں گے۔اس میں انہیں کسی اجتہاد یا قیاس کی ضرورت نہیں ہوگی۔اس زمانے کے بعض مقلدین آپ کے دشمن اس لیے ہو جائیں گے کہ ان کے مطابق امام مہدی ان کے امام کے مقلد نہیں ہوں گے جبکہ وہ اس بات کو

سمجھنے سے قاصر ہوں گے کہ مذاہب اربعہ کے ائمہ کا امت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ وہ قیامت تک امت کی کشتی کو ہدایت کے تلاطم میں بند امام مہدی کے قافلے تک پہنچا دیں گے نیز یہ کہ امام مہدی کیونکہ مجتہد کامل ہوں گے اس لیے انہیں کسی امام کی تقلید کی قطعی طور پر حاجت نہ ہوگی۔

جس طرح دنیا آہستہ آہستہ عالمی قصبہ میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے اور روز بروز جدید مسائل کا سامنا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا کہ تمام فقہی مذاہب کو یکجا کر کے ایک فقہی مذہب مرتب کر دیا جائے گا تا کہ اخروی نجات کو پیش نظر رکھتے ہوئے قلت تکلیف اور یرید اللہ بکم الیسر کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن و حدیث اور سنت خلفائے راشدین پر عمل آسان ہو جائے۔ اس کی واضح مثال چین کے ساتھ بڑھتی ہوئی مسلم ممالک کی دوستی اور تجارتی و سفارتی تعلقات ہیں۔ اگر مسلمان تاجر چینی قوم کی غذا کو مدنظر رکھتے ہوئے ماکولات کے بارے میں مالکیہ اور حنابلہ کے مذہب کی ترویج کریں تو غالباً وہ اسلام کے زیادہ قریب بہت جلد آ سکتے ہیں۔ حضرت ابن عربی کی اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ جس طرح بعض صوفیاء امام مہدی ''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ'' کے خلفاء میں سے قرار دیتے ہیں وہ اس کے برخلاف تمام اہل تصوف کے سلاسل کو یکجا فرما دیں گے اور کسی بھی سلسلہ طریقت سے وابستہ نہیں ہوں گے بلکہ تمام عارفین خود کو بشمول اپنے اہل ارادت امام مہدی کے سپرد کر دیں گے نہ یہ کہ امام مہدی کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کے مرید بن جائیں گے۔ حضرت امام مہدی علم ظاہر اور علم باطن میں براہ راست نبی کریم ﷺ سے استفادہ کریں گے اور ان کا علم ظنی نہیں بلکہ قطعی ہوگا اور قرآن کے اجمال اور معنی کے خفاء و ظہور، مطلق و مقید وغیرہ میں وہ قیاس یا اجتہاد سے کام لینے کے بجائے بلا واسطہ فیضان نبوی ﷺ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے فیصلے صادر فرمائیں گے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ امام مہدی کے زمانے کے علماء کا ان کے خلاف ہو جانا اس میں قادیانیوں کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ ابن عربی نے جس مہدی کی بات کی ہے ان کے ہاتھ میں تلوار ہوگی اور وہ جہاد عظیم فرمائیں گے۔ جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی کسی خونی مہدی کے قائل نہیں اور ان کے نزدیک جہاد بالسیف کار فضول ہے۔

عورت کا مردوں کی امامت کرنا اور عورت کا نبی ہونا

عورتوں کا مردوں کی امامت کرنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

فمن الناس من اجاز امامة المرأة على الاطلاق بالرجال و النساء و به اقول(۹)

''علماء میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے عورت کا مردوں و عورتوں کی امامت کرنے کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ اور میں یہی کہتا ہوں۔''

عورتوں کیلئے مطلقاً امامت کو جائز قرار دینے کے بعد آپ اس کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

شهد رسول الله ﷺ لبعض النساء بالكمال كما شهد لبعض الرجال و ان كانوا اكثر من النساء في الكمال و هو النبوة و النبوة امامة فصحت امامة المرأة و الاصل اجازة امامتها، فمن ادعى منع ذلك من غير دليل فلا يسمع له(۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے بعض عورتوں کے کمال کی شہادت دی ہے جس طرح آپ ﷺ نے بعض مردوں کی گواہی دی اگرچہ وہ عورتوں سے کمال میں زیادہ تھے اور وہ نبوت ہے اور نبوت امامت ہے۔ پس عورت کی امامت صحیح ہوئی اور اصل یہ ہے کہ عورت کی امامت جائز ہے تو جو اس سے منع کرنے کا دعویٰ بغیر دلیل کے کرتا ہو تو اس کی بات نہیں سنی جائے گی۔

حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ نے عورتوں کی امامت پر دو دلائل دیے ہیں۔ پہلی دلیل یہ کہ اصلاً عورت کی امامت جائز ہے کیونکہ اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا بلا دلیل اسے ناجائز قرار دینا درست نہیں۔ دوسری بات یہ کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ عورت کی نبوت کے قائل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

و قال رسول اللہ ﷺ: "کمل من الرجال کثیرون و من النساء مریم بنت عمران و آسیہ امرءۃ فرعون" فاجتمع الرجال و النساء فی درجۃ الکمال، و فضل الرجل بالاکملیۃ لا بالکمالیۃ، فان کملا بالنبوۃ فقد فضل الرجال بالرسالۃ و البعثۃ ولم یکن للمراۃ درجۃ البعثۃ و الرسالۃ مع ان المقام الواحد المشترک یقع التفاضل فی اصحابہ بینھم فیہ کما قال تعالیٰ: تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض (البقرۃ: ۲۵۳) وقال: ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض (الاسراء: ۵۵)(۱۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مردوں میں سے کثیر لوگ کمال کو پہنچے اور عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی "آسیہ" اس طرح مرد اور عورت درجہ کمال میں (ایک مقام پر) جمع ہو گئے۔ اور مردوں کو اکملیت کے ساتھ فضیلت دی گئی نہ کہ کمال کے ساتھ۔ پس مرد و عورت نبوت میں کمال کو پہنچے جبکہ مردوں کو رسالت اور بعثت کے ساتھ فضیلت دی گئی اور عورت کے لیے بعثت اور رسالت کا درجہ نہیں۔ باوجود اس کے کہ دونوں کا مقام ایک اور مشترک ہے جس میں اس مقام کے اصحاب کے مابین تفاضل واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ سب رسول ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔" اور فرمایا: "اور بے شک ہم نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت بخشی۔"

آپ نے عورت کی نبوت سے ہی عورت کی امامت پر استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض عورتوں کے لیے کمال کی گواہی دی ہے جس طرح بعض مردوں کے کمال کی شہادت دی۔ اس مقام پر کمال سے مراد نبوت ہے اور نبوت امامت ہے تو جب عورت کے لیے نبوت جائز ہے تو اس کی امامت کیونکر درست نہ ہوگی۔ آپ کا اشارہ دراصل اس حدیث کی طرف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کمل من الرجال کثیر و لم یکمل من النساء غیر مریم بنت عمران و آسیۃ امراۃ فرعون(۱۲)

"مردوں میں سے بکثرت کمال کو پہنچے ہیں اور عورتوں میں سے سوائے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا کوئی کمال کو نہیں پہنچا"

اس حدیث میں اگر کمال سے مراد ولایت لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عورتوں میں سے ان دو کے سوا کسی کو ولایت عطا نہیں ہوئی اور یہ بات کسی طور پر درست نہیں اس لیے یہاں کمال سے مراد نبوت کا معنی ہی درست ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ نے فرمایا:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم۔(۱۳)

"اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردوں کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے"

تو اس سے مراد عورتوں کے لیے رسالت کی نفی ہے نہ کہ نبوت کی۔ عورتیں اور مرد درجہ کمال یعنی نبوت میں برابر ہیں جبکہ مردوں کو عورتوں پر اکملیت یعنی رسالت کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی گئی ہے۔ عورتوں کے لیے درجہ رسالت نہیں۔ اگرچہ ان دونوں کا مقام واحد اور مشترک ہے تاہم اس مقام کے اصحاب کے مابین اس مسئلہ میں تفاضل واقع ہوا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے مطابق اللہ رب العزت نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی اسی طرح عورتوں پر مردوں کو درجہ اکملیت میں مقام رسالت سے سرفراز فرما کر فضیلت عطا فرمائی۔ پس جب عورت کے لیے نبوت ثابت ہے تو نماز کی مطلقاً امامت بدرجہ اولیٰ اس کے لیے جائز ہوگی۔

عورت کا ستر

حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ عورت کے ستر کے بارے میں فرماتے ہیں:

فصل بل وصل فی حد العورۃ من المراۃ: فمن قائل: انھا کلھا عورۃ ما خلا الوجہ والکفین۔ ومن قائل بذلک و زاد: ان قدمیھا لیستا بعورۃ۔ ومن قائل: انھا کلھا عورۃ۔ و اما مذھبنا فلیست العورۃ فی المراۃ ایضا الا السوأتین کما قال تعالیٰ: وطفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ فسوہ ادم وحواء فی ستر السوأتین وھما العورتان وان امرت المرأۃ بالستر فھو مذھبنا لکن لا من کونھا عورۃ و انما ذلک حکم مشروع ورد بالستر و لا یلزم ان یستر لکونہ عورۃ۔(۱۴)

"عورت کے ستر کے بارے میں بعض علماء نے کہا کہ عورت مکمل عورت ہے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔ اور بعض نے یہی بات کہی مگر یہ اضافہ کیا کہ اس کے پیر ستر میں داخل نہیں۔ اور بعض نے کہا کہ وہ مکمل ہی عورت ہے۔ جہاں تک ہمارے مذہب کا تعلق ہے تو عورت میں بھی ستر صرف شرم گاہ ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور دونوں اپنے (بدن) پر جنت (کے درختوں) کے پتے چپکانے لگے" اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو شرمگاہوں کے چھپانے میں برابر رکھا اور دونوں (یعنی قبل و دبر) شرمگاہ ہیں۔ اگر عورت کو ستر کا حکم دیا جائے تو یہ ہمارا مذہب ہے لیکن اس طور پر نہیں کہ وہ بھی شرمگاہ ہے بلکہ اس

وجہ سے کہ یہ شرعی حکم ستر کے لیے وارد ہوا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ اسے شرمگاہ ہونے کی وجہ سے چھپایا جائے"

حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ کی رائے کے مطابق عورت اور مرد کا ستر برابر ہے۔ جسم کے جتنے حصے کو بطور شرمگاہ چھپانا مرد کیلئے ضروری ہے اتنا ہی حصہ عورت کے لیے مستور رکھنا بحیثیت شرمگاہ لازمی ہے۔ یعنی آپ کے نزدیک مرد و عورت دونوں کا ستر صرف قبل و دبر ہے باقی حصہ ستر میں داخل نہیں۔ سلیم الطبع عورت و مرد فطری طور پر شعور کی منزل کو پاتے ہی انہی دو مقامات کو چھپاتے ہیں اور ان کے ظاہر ہونے کو برا خیال کرتے ہیں۔ آپ اپنے اس موقف پر دلیل کے طور پر قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ پیش کرتے ہیں:

فاكلا منها فبدت لهما سوأتهما و طفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة(١٥)

"سو دونوں نے اس درخت سے پھل کھایا ان پر ان کے مقام ستر ظاہر ہو گئے اور دونوں اپنے (بدن) پر جنت (کے درختوں) کے پتے چپکانے لگے۔"

اس آیت کے بارے میں تفسیر جلالین میں ہے:

اى ظهر لكل منهما قبله و قبل الاخر و دبره و سمى كل منهما سوأة لان انكشافه يسوء صاحبه. (١٦)

"یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اس کی قبل اور دوسرے کی قبل اور دبر ظاہر ہو گئی۔ ان دونوں (قبل و دبر) کو "سوأۃ" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا منکشف ہو جانا انسان کو برا معلوم ہوتا ہے۔"

حضرت ابن عربی اس آیت سے اپنے موقف پر یوں استدلال فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے شجرہ ممنوعہ کا پھل تناول کیا تو اس کے اثرات کی وجہ سے قرآن مجید کے مطابق ان کی شرمگاہیں ان پر ظاہر ہو گئیں اور ان پر جیسے ہی ایک دوسرے کی شرمگاہیں ظاہر ہوئیں انہوں نے ان کو جنت کے درختوں کے پتوں سے چھپانا شروع کر دیا۔ قرآن مجید نے حضرت آدم و حوا کے ستر کو برابر قرار دیا۔ اگر عورت میں بطور شرمگاہ مرد کی نسبت کوئی مقام زیادہ ہوتا تو حضرت حوا اس مقام کو بھی ضرور چھپاتی۔ اس لیے قرآن کا مرد و عورت کو ستر چھپانے میں برابر رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا ستر برابر ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن نے عورت کو جسم کے حصوں کو ڈھانپنے کا حکم دیا ہے تو آپ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ حکم اس طور پر نہیں کہ جسم کے وہ حصے شرمگاہ میں داخل ہے بلکہ یہ ایک شرعی حکم ہے کہ جسم کے ان حصوں کو مستور رکھا جائے۔ ہر وہ جسم کا حصہ جس کو چھپانے کا حکم شرعی وارد ہوا ہو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ شرمگاہ میں بھی داخل ہو۔

ایمان فرعون

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک ایمان فرعون ثابت ہے۔ فصوص الحکم میں آپ علیہ الرحمۃ نے "فص حكمة علوية فى كلمة موسوية" میں ایمان فرعون کے ثبوت میں تفصیلاً بحث کرتے ہوئے دلائل بھی دیئے

ہیں۔ جب آل فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابوت کو پانی میں ایک درخت کے پاس دیکھا تو فرعون نے اسے "موسیٰ" کا نام دیا۔ فرعون کی قبطی زبان میں "مو" پانی کو کہتے ہیں جبکہ "سا" سے مراد درخت ہے۔ کیونکہ آپ کا تابوت پانی میں درخت کے پاس ٹھہر گیا تھا اسی وجہ سے اس نے آپ کو "موسیٰ" کہا۔ جب فرعون نے آپ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو فرعون کی بیوی "آسیہ" نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں کہا:

وقالت امرأت فرعون قرت عين لي و لك لا تقتلوه عسىٰ ان ينفعنا او نتخذه ولدا وهم لا يشعرون. (١٧)

"اور فرعون کی بیوی نے (موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر) کہا کہ (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کے لیے ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں اور وہ (اس تجویز کے انجام سے) بے خبر تھے"

اس بیان کے بعد حضرت ابن عربی فرماتے ہیں:

فبه قرت عينها بالكمال الذى حصل لها كما قلنا و كان قرة عين لفرعون بالايمان الذى اعطاه الله عند الغرق. فقبضه طاهرا مطهرا ليس فيه شئ من الخبث لانه قبضه عند ايمانه قبل ان يكتسب شيئاً من الآثام. و الاسلام يجب ما قبله و جعله آية على عنايته سبحانه لمن شاء حتىٰ لا ييأس احد من رحمة الله (انه لا ييئس من روح الله الا القوم الكافرون)(يوسف:٨٧)فلو كان فرعون ممن ييأس ما بادر الى الايمان. (١٨)

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے آسیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں اس کمال کے ساتھ ٹھنڈی ہوئیں جو ان کو حاصل ہوا جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اور فرعون کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس ایمان کے ساتھ جو اللہ نے اس کو غرق ہوتے وقت عطا فرمایا۔ اللہ نے اسے طاہر مطہر اس طرح اٹھالیا کہ اس میں خباثت میں سے کوئی چیز باقی نہ رہی کیونکہ اس کو اللہ نے ایمان کے ساتھ اٹھالیا تھا قبل اس کے کہ وہ کوئی اور گناہ کرتا۔ اور اسلام ما قبل گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور اللہ سبحانہ نے اسے اپنی عنایت کی نشانی بنا دیا جس کیلئے چاہا یہاں تک کہ کوئی اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ "بے شک اللہ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔" (یوسف:۸۷) پس اگر فرعون مایوس ہونے والوں میں سے ہوتا تو وہ ایمان کی طرف نہ بڑھتا۔

حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ نے ایمان فرعون پر براہ راست قرآن حکیم سے استدلال کیا ہے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اسے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو قتل نہ کرو ہوسکتا ہے کہ یہ ہمیں نفع دے اور میرے اور تمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس بات کو پورا فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بدولت آپ کو ایمان نصیب ہوا اور کمال

نبوت (۱۹) بھی جو اللہ نے صرف آپ کو اور حضرت سیدہ تا مریم علیہا السلام کو عطا فرمایا۔ جبکہ فرعون کے حق میں یہ بات اس طرح پوری ہوئی کہ اللہ رب العزت نے اس کو موت سے قبل ایمان سے سرفراز فرمایا۔ اللہ رب العزت نے اس طور پر اسے دنیا سے اٹھایا کہ اس میں کفر کی خباثت نہ تھی کیونکہ ایمان لانے کے فوراً بعد وہ غرق ہو گیا اور اس کے بعد اس نے کسی بھی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ حدیث کے مطابق "الاسلام یجب ما قبلہ" (۲۰) یعنی اسلام ماقبل گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کو قبول فرمایا اور اپنی عنایت کا نشان بنا دیا تا کہ اس کی رحمت سے کوئی مایوس نہ ہو۔ اللہ فرماتا ہے:

انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون. (۲۱)

"بیشک اللہ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں"

اگر یہ کہا جائے کہ فرعون مایوسی کے وقت ایمان لایا اور ایمان یاس مقبول نہیں ہوتا تو اس کے جواب میں حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر فرعون ان لوگوں میں سے ہوتا جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گئے تھے تو وہ کبھی بھی ایمان کی طرف مرنے سے قبل مسارعت نہیں کرتا۔ بعض روایات میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ جب فرعون نے ایمان لانے کا ارادہ کیا تو حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے "طین البحر" اس کے منہ میں بھر دی تا کہ وہ توبہ نہ کر سکے۔ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور ان دونوں میں سے ایک اسے مرفوعاً روایت کرتا ہے کہ فرمایا:

ان جبریل کان یدس فی فم فرعون الطین مخافۃ ان یقول لا الہ الا اللہ. (۲۲)

"حضرت جبریل علیہ السلام فرعون کے منہ میں مٹی ڈال رہے تھے اس خوف سے کہ یہ لا الہ الا اللہ کہے گا۔"

یہ روایت لائق استدلال نہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام کسی کو توبہ کرنے اور ایمان لانے سے روکنے میں اپنی قوت صرف کریں اور دوسری بات یہ کہ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

حتی اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنو اسرائیل و انا من المسلمین. (۲۳)

"یہاں تک کہ جب اسے (یعنی فرعون کو) ڈوبنے نے آلیا وہ کہنے لگا: میں اس پر ایمان لے آیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔"

اگر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرعون کو توبہ سے روکنے کے لیے اس کے منہ میں مٹی بھر دی تھی تو یہ کیسے ممکن ہوا کہ مرنے سے قبل قرآن حکیم نے اس کے کلمات ایمان کو اس قدر واضح طور پر بیان فرمایا۔ اپنی موت کو قریب دیکھ کر کسی کا کلمہ پڑھ لینا بھی اس کے صاحب ایمان ہونے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ مسئلہ اکفار میں انتہائی احتیاط سے کام لیا جاتا ہے جس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ صبی باتمیز اور مکرہ کا ایمان بھی قبول کیا جاتا ہے۔ اپنی موت کو سامنے دیکھ کر زبان سے کلمہ طیبہ پڑھ لینا اور اس کا قابل قبول ہونا اس کے ثبوت میں وہ واقعہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے اسی طرح ایک ایسے شخص کو قتل کرنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ کتب حدیث میں یہ واقعہ اس طرح سے درج ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حرقات کی طرف ایک سریہ مبعوث فرمایا۔ جب وہ ہماری طرف سے چوکنے ہو گئے تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم نے ایک آدمی گھیر لیا۔ جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے مگر ہم نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے اس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: من لک بلا الہ الا اللہ یوم القیامۃ قیامت کے دن تمہاری کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں معاونت کون کرے گا؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ انما قالھا مخافۃ السلاح، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس نے کلمہ صرف اسلحہ کے خوف سے ہی پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم من اجل ذلک قالھا ام لا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے اسلحہ کے خوف سے پڑھا تھا یا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ قیامت کے دن تمہاری کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں معاونت کون کرے گا؟ یہاں تک کہ میں نے یہ پسند کیا کہ کاش میں نے اسی دن اسلام قبول کیا ہوتا۔(۴۴)

فصوص کی شرح میں حضرت داؤد بن محمود قیصری فرماتے ہیں

لما کان ایمان فرعون فی البحر حیث رای طریقاً واضحاً عبر علیه بنو اسرائیل قبل الغرغرة، وقبل ظهور احکام الدار الاخرة له مما یشاهدونه عند الغرغرة، جعل ایمانه صحیحاً معتداً به فانه ایمان بالغیب لانه کان قبل الغرغرة وهو بعینه کایمان من یؤمن عند القتل من الکفر و هو صحیح من غیر خلاف..... و لیس بکفر فرعون بعد ایمانه نص صریح فیه و ما جاء فیه کان حکایة عما قبل ایمانه.(۴۵)

فرعون کا ایمان پانی میں غرغرہ سے قبل تھا جب اس نے ایک واضح راستہ دیکھا جس پر سے بنی اسرائیل گزرے تھے۔ اور اس کا ایمان لانا دار آخرت کے احکام ظاہر ہونے سے پہلے تھا جن کا مشاہدہ غرغرہ کے وقت کیا جاتا ہے۔ اسی لیے آپ نے اس کے ایمان کو صحیح شمار کیا۔ کیونکہ یہ غرغرہ سے پہلے ہونے کی وجہ سے غیب پر ایمان تھا اور یہ بعینہ اس شخص کے ایمان کی طرح ہے جو کفر ترک کر کے ایمان قتل کے وقت اختیار کرتا ہے اور ایسا ایمان بلا خلاف صحیح ہے۔۔۔۔۔ اور فرعون کے ایمان لانے کے بعد اس کے کفر پر کوئی نص صریح نہیں اور اس بارے میں جو بیان ہوا ہے وہ ایمان لانے سے قبل واقعات کی حکایت کا بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی آیت "وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب. (غافر: ۴۵، ۴۶) کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

صریح فی آله لا فی فرعون.(۴۶)

"یہ آل فرعون کے بارے میں صریح ہے نہ کہ فرعون کے بارے میں"

حضرت شیخ اکبر کے ایمان فرعون سے متعلق موقف پر علماء نے بہت جرح کی ہے۔ حضرت امام ابن تیمیہ نے ابن عربی کے اس موقف کے رد میں ایک رسالہ "رسالۃ فی الرد علی ابن عربی فی دعویٰ ایمان فرعون" کے نام سے رقم کیا ہے۔(۲۷) حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فتوحات کے باب ۶۲ دوسری جگہ میں مجرمین اور اہل نار کی چار اقسام کی ہیں۔ اس مقام پر آپ نے فرعون کا تذکرہ اہل نار میں سے کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

وھؤلاء المجرمون اربع طوائف کلھا فی النار لایخرجون منھا وھم المتکبرون علی اللّٰہ کفرعون و امثالہ ممن ادعی الربوبیۃ لنفسہ.(۲۸)

"اور یہ مجرم چار اقسام پر ہیں۔ یہ تمام جہنم کی آگ میں اس سے کبھی نہیں نکلیں گے اور یہ وہ متکبر ہیں جنہوں نے اللہ پر تکبر کیا تھا جیسے فرعون اور اس جیسے لوگ جنہوں نے اپنے لیے رب ہونے کا دعویٰ کیا تھا"

آپ نے یہاں فرعون کو دیگر دعویٰ الوہیت کرنے والوں کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ جہنم کی آگ سے نہ نکلیں گے۔ آپ کے اس قول کی وجہ سے بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ آپ نے ایمان فرعون کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرعون کے کفر پر اجماع نقل کرتے ہوئے ابن حجر ہیتمی کے حوالے سے اسی بات کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذا اختلف کلام امام فیؤخذ بما یوافق الادلۃ الظاھرۃ و یعرض عما خالفھا(۲۹)

جب امام (ابن عربی) کے کلام میں اختلاف ہوا تو اس کو اخذ کیا جائے گا جو ادلہ ظاہرہ کے موافق ہے اور جو اس کے خلاف ہے اس سے اعراض کیا جائے گا۔

آپ کے اس قول کی توجیہ کے حوالے سے امام مہائمی نے اپنی شرح فصوص میں بحث کی ہے۔ اسے وہاں دیکھنا یقیناً نافع ہوگا۔(۳۰) حضرت امام عبدالوھاب شعرانی علیہ الرحمۃ آپ کے ایمان فرعون کے قول کے بارے میں فرماتے ہیں:

فکذب و اللہ و افتری من نسب الی الشیخ محی الدین انہ یقول بقبول ایمان فرعون.(۳۱)

"اللہ کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اس نے افتراء کیا جس نے شیخ محی الدین کی طرف یہ بات منسوب کی کہ وہ ایمان فرعون کے مقبول ہونے کے قائل تھے"

امام شعرانی کا یہ قول قابل قبول نہیں کیونکہ فصوص الحکم میں ابن عربی نے وضاحت کے ساتھ ایمان فرعون پر بحث کی ہے اور اس کے ثبوت میں دلائل بھی دیے ہیں۔ فصوص الحکم کی شرح کرنے والے علما بھی ایمان فرعون کے قائل ہیں اور انہوں نے ابن عربی کے دفاع میں ناقدین کے دلائل کا رد بھی کیا ہے۔ امام شعرانی کے مطابق قاضی ابوبکر باقلانی اور بعض علمائے حنابلہ بھی ایمان فرعون کے قائل ہیں۔(۳۲) البتہ یہ بات قابل تحقیق ہے۔ سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے بزرگ حضرت سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایمان فرعون کے قائل تھے۔ آپ نے اپنے مکتوبات میں قاضی شہاب الدین کے ایمان فرعون کے بارے میں سوال کے

جواب میں قیصری کی شرح فصوص کے حوالے سے دلائل بھی نقل کیے ہیں۔(۳۳) آپ کے اس خط کا ذکر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اخبار الاخیار میں کیا ہے۔(۳۴) ہمارا اصل موضوع کیونکہ ایمان فرعون نہیں اس لیے ہم نے ایمان فرعون کے حوالے سے حضرت ابن عربی کے موقف کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حواشی

۱۔ الدر الثمین فی مناقب الشیخ محی الدین، الشیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قاری بغدادی، ص:۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان ۲۰۰۷ء۔

۲۔ الدر الثمین، ص:۱۴، ایضاً

۳۔ ابن عربی سے متعلق علمائے امت کی رائے اور ان کے ایمان و کفر کے مسئلے کے بارے میں مسلم افکار کی تحقیقی ابحاث کے مطالعہ کے لیے راقم کی تصنیف حرمت تکفیر مسلم کا مطالعہ فرمائیں۔ حرمت تکفیر مسلم: فقہ اسلامی کراچی، مئی تا ستمبر ۲۰۰۹ء، شمارہ نمبر ۲۵-۱۰، جلد نمبر ۱۰، ص:۲۷۴تا۳۰۵

۴۔ الدر الثمین، ص:۱۸

۵۔ تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی: امام جلال الدین سیوطی، ص:۵

http://almuada.mam9.com/t104-topic,Retrieved on 5/3/2013

۶۔ الدر الثمین، ص:۱۹

۷۔ رسالۃ الی الامام الرازی: رسائل ابن عربی، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، ص:۱۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۷ء۔

۸۔ الفتوحات المکیہ: الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی، ج:۲، ص:۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبعہ ثانیہ ۲۰۰۱ء۔

۹۔ الفتوحات المکیہ: ج:۴، ص:۱۰۵-۱۰۶

۱۰۔ الفتوحات المکیہ: ج:۴، ص:۱۰۶

۱۱۔ الفتوحات المکیہ: ج:۵، ص:۱۳۸

۱۲۔ مسلم، رقم الحدیث ۶۲۲۵، الامام ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری، فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور پاکستان۔

۱۳۔ النحل:۴۳

۱۴۔ الفتوحات المکیہ: ج:۴، ص:۳۰۶

۱۵۔ سورۂ طٰہٰ:۱۴۱

۱۶۔ الجلالین: جلال الدین محمد بن احمد محلی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی، ص:۲۲۳، المطبعۃ الاسلامیہ الصینیہ، کیس، المصیص

۱۷۔ القصص:۹

۱۸۔ فصوص الحکم: الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی، ص:۳۱۳-۳۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۲۰۰۸ء۔

۱۹۔ خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم: الشیخ علاء الدین علی بن احمد مہائمی (متوفی ۸۳۵ھ)، ص:۲۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۲۰۰۷ء۔

۲۰۔ رواہ ابن سعد عن الزہری عن جبیر بن مطعم۔ جواہر النصوص فی حل کلمات الفصوص: الشیخ عبد الغنی نابلسی: ج:۲، ص:۳۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۲۰۰۸ء۔

۲۱۔ یوسف:۸۷

۲۲۔ مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۲۰۳۷

۴۳۔ یونس: ۹۰

۴۴۔ سنن ابی داؤد: الامام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث، رقم الحدیث: ۲۶۴۳، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، پاکستان

۴۵۔ مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم: داؤد بن محمود قیصری، ج: ۲، ص: ۲۱۵۔ ۲۱۶، تحقیق دار الاعتصام منشورات انوار الہدی، ۱۴۱۶ھ

۴۶۔ مطلع خصوص الکلم فی معانی فصوص الحکم: ج: ۲، ص: ۲۱۶

۴۷۔ رسالہ فی الرد علی ابن عربی فی دعوی ایمان فرعون۔

www.islamicbook.ws/amma/alrd-ala-abn-alarbi.pdf Retrieved on 10/03/2013

۴۸۔ الفتوحات المکیہ: ج: ۱، ص: ۵۵۵

۴۹۔ رد المحتار: محمد امین ابن عابدین، ج: ۲، ص: ۳۶۹، مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان

۵۰۔ خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم، ص: ۴۳۱

۵۱۔ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر: امام عبد الوہاب بن احمد شعرانی، ص: ۳۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبعہ ثانیہ ۲۰۰۷ء

۵۲۔ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص: ۳۸۰

۵۳۔ مکتوبات اشرفی: حضرت سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم سید محمد ممتاز اشرفی، ۴۲واں مکتوب، ص: ۲۲۳۔ ۲۲۷، دار العلوم اشرفیہ رضویہ، گلشن بہار بلاک ۱۱۶، اورنگی ٹاؤن کراچی، پاکستان

۵۴۔ اخبار الاخیار: شاہ عبد الحق محدث دہلوی، مترجم مولانا اقبال الدین احمد، ص: ۲۳۶۔ ۲۳۷، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی، ۱۹۹۷ء

سہ ماہی التفسیر، کراچی

شخصیات نمبر

شائع ہوگیا ہے جس میں درج ذیل شخصیات پر مقالات ومضامین شامل ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ، امام الحرمین الجوینی الشافعی، قاضی میر زاہد ہروی، سر سید احمد خان، خواجہ غلام فرید آف مٹھن کوٹ، علامہ اقبال، ڈاکٹر فضل الرحمن، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا عبد الرؤف دانا پوری، ڈاکٹر محمد رفیع الدین، سید ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا مفتی محمود، علامہ محمد حسین طباطبائی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ اسد جیلانی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، مولانا ابو الحسن علی ندوی، مولانا عبد الرشید نعمانی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولانا گوہر رحمان، مولانا شاہ احمد نورانی، صوفی عبد الحمید سواتی، ڈاکٹر اسرار احمد، پروفیسر علی محسن صدیقی۔

مجلس التفسیر، پوسٹ بکس ۸۴۱۳، یونیورسٹی آف کراچی، کراچی

صفحات: 602 قیمت: 300